قرآن مجید کے قدیم فارسی تراجم

ابو سلمان شاہ جہان پوری

مولانا عبدالماجد دریابادی نے ۱۱ اکتوبر سنہ ۶۳ء کے صدق جدید میں قرآن مجید کے فارسی تراجم سے متعلق اپنی ابتدائی معلومات تحریر فرمائی تھیں۔ آپ نے لکھا تھا۔

" اپنے بچپن میں جب میری آنکھیں کھلیں تو والد مرحوم کو روزانہ صبح پابندی سے ایک ترجمہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے پایا۔ بڑی تقطیع کا یہ قرآن مجید دہلی کا چھپا ہوا جس میں ایک تاریخی ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی کا تھا دوسرا اردو ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب کا تھا اور حاشیہ پر دو تفسیریں ابن عباس اور جلالین کی اور فارسی ترجمہ قرآن ایک مدت تک میں اس کو سمجھتا رہا۔ خیال قائم یہ ہے کہ ہندوستان میں ترجمہ قرآن کی بنا ڈالنے والے حضرت شاہ دہلوی ہی ہیں" آگے چل کر مولانا دریابادی کی معلومات میں مزید اضافہ ہوا اور تفسیر حسینی اور ایک ترجمہ جو شیخ سعدی کی طرف منسوب تھا، علم میں آیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

" مدت کے بعد تفسیر حسینی (ملا حسین واعظ) کا ترجمہ اور فارسی دیکھا اور اس کے بعد ایک اور ترجمہ نظر پڑا جو منسوب بہ شیخ سعدی کی جانب ہے۔ بس فارسی ترجموں سے میری واقفیت کی کل یہی کائنات ہے" لیکن جب مولانا کی نظر سے حضرت شاہ رفیع الدین کا ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۲۸۷ھ گذرا اور اس کے دیباچہ پر نظر پڑی تو خیال اس طرف گیا کہ اس دور میں نہ صرف دو ایک بلکہ متعدد ترجمہ ہائے قرآن مجید متداول تھے، مولانا فرماتے ہیں۔

" حال میں ایک کرم فرما کی عنایت سے مجھے ترجمہ ولی اللہی کا ایک نادر ایڈیشن ہاتھ لگ گیا۔ یہ بھی دہلی کا مطبوعہ ہے۔ محمد ہاشم علی کے مطبع ہاشمی کا۔ سال طبع سنہ ۱۲۸۷ھ شاہ رفیع الدین کا اردو ترجمہ اس میں بھی بین السطور درج ہے اور حاشیہ پہ تفسیر جلالین اور اس کے شروع میں دیباچہ شاہ صاحب کے قلم سے ہے۔ اس میں بار بار اس کا ذکر ملا کہ فارسی ترجمے (بہ صیغۂ جمع) شاہ صاحب کے زمانے میں موجود تھے۔ آپ نے انھیں پڑھا مگر ان میں

سے کوئی آپ کے معیار پسند پر پورا نہ اترا، اس لئے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

این تفسیر۔۔۔۔۔ یک چند در تفحص ترجمہا افتاد۔۔۔۔۔ تراجم ہم زبانی کہ مفقود شدہ است باید ترویج آن کوشد۔"

اسی طرح دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

"این ترجمہ ممتاز ست از ترجمہائے دیگر"

اور پھر تیسری جگہ ہے

"از آنچہ در ترجمہائے دیگر یافتہ می شود"

اور چوتھی جگہ

"تراجم از در حالت خالی نیست

ان عبارتوں سے اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے زمانے میں متعدد فارسی ترجمے شائع ہو چکے تھے، آج وہ سب کہنا چاہیئے کہ گمنام و بے نشان ہیں"

اس مقام پر پہنچ کر ہر صاحب ذوق کے دل میں اس تمنا کا پیدا ہونا فطری تھا کہ کاش کوئی صاحب جو علمیت مناسبت رکھنے کے ساتھ فرصت بھی اتنی رکھتے ہوں اس موضوع پر قلم اٹھائیں اور دورِ ولی اللہی سے قبل کے فارسی تراجم قرآن کا تعارف کرا دیں۔ بمبئی کے سہ ماہی نوائے ادب میں ایک صاحب نے یہ خدمت قدیم اردو تراجم سے متعلق خوبی سے انجام دیدی ہے۔"

مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب کی یہ صدائے تمنا ثابت نہیں ہوئی اور یہ متعدد اہل علم حضرات کی توجہ کا مرکز بنی۔ جن حضرات کے علم و مطالعہ میں فارسی کا کوئی ترجمہ آیا تھا۔ انھوں نے مولانا موصوف کو اس سے مطلع فرمایا۔ مولانا ان بیش قیمت معلومات کو مراسلات کی صورت میں صدق جدید میں شائع فرماتے رہے۔ یہ سلسلہ تقریباً ایک سال تک جاری رہا، معلومات کی فراہمی میں ہندوستان اور پاکستان کے ان اہل علم حضرات نے حصہ لیا۔

۱۔ قاضی زاہد الحسینی صاحب (کیمل پور) ۲۔ یونس ندوی نگرامی ۳۔ قاضی اطہر مبارک پوری ۴۔ ابوالقاسم (لکھنو) ۵۔ ضیاء احمد بدایونی، ۶۔ رئیس ضیائی (بنگلور)، ۷۔ عبداللہ بن اسمٰعیل (ڈابھیل)، ۸۔ شمس الضحیٰ ندوی، ۹۔ چند تراجم کی جانب محمد ایوب قادری ایم اے (کراچی) نے توجہ دلائی۔ ان کے متعلق

معلومات فراہم کرکے اس میں شامل کر دیے گئے ہیں۔

ان حضرات کی توجہ سے فارسی تراجم قرآن مجید کے بارے میں بیش قیمت معلومات فراہم ہوگئیں لیکن ابھی تک یہ معلومات صدق جدید کے صفحات میں یا دیگر کتابوں میں منتشر اور بے ترتیب تھیں۔ یہاں ان کو ایک ترتیب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ اب یہ معلومات ایک جگہ بھی ہیں اور مرتب بھی لیکن یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ مکمل بھی ہیں

مولانا دریابادی نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے دور سے قبل کے فارسی تراجم کے تعارف کی درخواست کی تھی، لیکن جہاں تک ہندوستان اور پاکستان کا تعلق ہے فارسی تراجم قرآن مجید کا یہی آخری دور ہے۔ یہیں سے اردو تراجم کا دور شروع ہوتا ہے اور ابنائے شاہ ولی اللہ دہلوی ہی کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ اگر ان میں حضرت شاہ عبدالعزیز ایک دور (یعنی فارسی تراجم کا دور) کے خاتم ہیں[1] تو دوسرے دو بیٹے شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر دوسرے دور (یعنی اردو تراجم قرآن کا دور) کے فاتح بھی ہیں۔ اگرچہ فارسی زبان وادب کا دور اس کے بعد بھی باقی رہا لیکن اس کے بعد فارسی تراجم سے استفادہ کرنے والوں کا کوئی حلقہ نظر نہیں آتا۔ اب ان فارسی تراجم کو محض تاریخی یا کتب حوالہ کی حیثیت حاصل ہے یا کسی نے بطور تبرک سنبھال کر رکھ چھوڑا ہے۔ مذکورہ بالا حاصل شدہ معلومات سے نہ صرف دورِ شاہ ولی اللہؒ کا حال معلوم ہوگیا۔

بلکہ یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ فارسی کا سب سے پہلا ترجمہ قرآن یا قرآن کی کسی سورۃ کا ترجمہ کون سا ہے اور اس کا کوئی نمونہ بھی کہیں دستیاب ہوتا ہے یا نہیں۔ نیز آخری ترجمہ کون سا ہے، یہ بات صرف ہندوستان پاکستان کی حد تک ہی کہی جاسکتی ہے ان ممالک میں جہاں کی عام بول چال کی زبان فارسی ہے، اب بھی نئے نئے ترجمے فارسی میں ہو رہے ہیں۔ افغانستان سے حال ہی میں ایک ترجمہ فارسی معہ حواشی شائع ہوا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ ترجمہ کسی افغانی یا ایرانی عالم کا نہیں بلکہ ہند پاکستان کے ولی اللّٰہی سلسلۃ المذہب کے آخری نشان حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اسیر مالٹا کے اردو ترجمہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم کے حاشیہ کا فارسی ایڈیشن ہے۔

---

[1] خاتم دوراں کا یہاں صرف اس قدر مطلب ہے کہ وہ اس آخری دور سے تعلق رکھتے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ بس ان کا ترجمہ آخری ترجمہ ہے اور اس کے بعد کوئی ترجمہ فارسی میں نہیں ہوا۔ اس طرح فاتح دوراں سے مراد صرف یہ ہے کہ ان کا تعلق اردو تراجم قرآن کے دور اول سے تعلق تھا، یہاں یہ ہمارا مقصود نہیں ہے کہ ان سے پہلے اردو میں کسی نے ترجمہ کیا ہی نہیں تھا۔

بات دراصل یہ ہے کہ قرآن مجید کے فارسی تراجم کے بارے میں کام اتنا آسان نہیں جتنا کہ اردو تراجم کے بارے میں تھا۔ اردو کی پوری تاریخ تین چار صدیوں سے زیادہ طویل نہیں جبکہ فارسی میں پہلی صدی ہجری سے ترجمہ قرآن کا سراغ ملتا ہے یعنی فارسی میں تراجم قرآن کی تاریخ تقریباً چودہ سو برسوں میں پھیلی ہوئی ہے، پھر فارسی کا حلقہ بھی اردو کے حلقہ سے کئی گنا بڑا ہے۔ اردو برصغیر پاک وہند کا سرمایہ ہے جبکہ فارسی ایشیا کے بہت حصے میں پھیلی ہوئی ہے۔

سب سے پہلے مولانا قاضی زاہد الحسینی نے فارسی تراجم کے بارے میں لکھا کہ چونکہ مسلمانوں کے ہاں قرون اولیٰ میں علمی زبان عربی ہی رہی ہے اس لئے علم تفسیر پر بھی باقی علوم کی طرح ہر مصنف نے جو کچھ لکھا عربی میں لکھا ہے تاہم فارسی زبان میں بھی تفاسیر اور تراجم کی تعداد کافی موجود ہے۔ تتبع اور تلاش سے یہ موضوع تکمیل پذیر ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں چند نشانات پیش ہیں۔

..... فارسی ترجمہ کی ابتدا کے متعلق مبسوط سرخسی ج ۱ ص۳۷ میں .... مندرجہ ذیل عبارت موجود ہے۔

روی ان الفرس کتبوا الی سلمان رضی اللہ عنہ ان یکتب لہم الفاتحۃ بالفارسیۃ وکانو یقراؤن ذلک فی الصلوۃ حتی لانت السنتہم للعربیۃ۔

اس پر جناب یونس ندوی فرماتے ہیں کہ ہاں! فارسی زبان میں سورہ فاتحہ کا سب سے پہلا ترجمہ حضرت سلمان فارسی نے کیا تھا، صاحب روح المعانی (اپنی تفسیر روح المعانی ج ۴ ص۵ میں) اس کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں، "وفی النہایۃ والدرایۃ ان اہل فارس کتبوا الی سلمان الفارسی ان یکتب لھم الفاتحۃ بالفارسیۃ فکتب ہو سکتا ہے فارسی کے قدیم ادبی ماخذوں میں اس کا کوئی حوالہ مل جائے تو ایک بڑی تاریخی چیز سامنے آجائے گی مولانا دریابادی نے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک صحابی رسول کا کیا ہوا ترجمہ قرآن وہ چند آیات کا سہی، قابل دید ہوگا کاش کہیں سے اس کی جھلک دیکھنے میں آجائے اب تک تو صرف اس کا تذکرہ ہی کتابوں میں پڑھا ہے، قاضی مبارکپوری نے اس پر لکھا..... (تاریخ الادب العربی ص۱۰۲ میں ہے کہ) موسیٰ بن سیار اسواری جو کہ علم وفن میں یکتائے زمانہ اور بقول جاحظ انہ من اعاجیب الدنیا تھا، عربی اور فارسی زبانوں پر یکساں عبور رکھتا تھا اس کی مجلس درس میں دائیں طرف عرب اور بائیں طرف عجم بیٹھا کرتے تھے اور موسیٰ بن سیار

اسواری قرآن کی ایک آیت پڑھ کر عربوں کی طرف رخ کر کے عربی زبان میں اور عجمیوں کی طرف متوجہ ہو کر فارسی زبان میں ترجمہ و تفسیر بیان کیا کرتا تھا

نیز امام ابن قتیبہ نے مشکلات القرآن میں ایک مقام پر قرآن حکیم کے عجمی (فارسی) زبان میں صحیح ترجمہ کی دقتوں اور دشواریوں کو بیان کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تیسری صدی میں قرآن کے فارسی ترجمہ کا رواج ہو چکا تھا اور اہل علم اس کی کوشش کرتے تھے۔ تاریخ و رجال، اور ادب و محاضرات کی کتابوں کی طرف مراجعت کی جائے تو کیا عجب کہ موسیٰ بن سیار اسواری کے ترجمہ و تفسیر کے بعض نمونے مل جائیں۔

قاضی زاہد الحسینی نے اس کی یوں تائید فرمائی: تاریخ ادبیات ایران سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر ابن جریر اور تفسیر جبائی ۳۰۳ھ کا ترجمہ فارسی میں امیر سید ملک منظر ابو صالح نے علما کی ایک مجلس سے کرایا تھا

اور ایک ترجمہ منصور بن نوح سامانی (ولادت ۲۶۵ھ وفات ۳۵۰ھ) کے زمانے میں علمار کرام نے فارسی ترجمہ مرتب کیا تھا جو حال ہی میں تہران سے شائع ہوا ہے،

رئیس احمد سنیائی کے نزدیک قرآن پاک کا سب سے پہلا فارسی ترجمہ جو ابھی تہران سے شائع ہوا ہے منصور بن نوح سامانی ۲۶۵ھ تا ۳۵۰ھ کے زمانے کے علمار نے تیار کیا تھا۔

نیز یہ کہ اسٹوری کی Persian Literature (حصہ اول و دوم) Lit. Hist. براؤن Pearson اور Ethé وغیرہ کی فہرستوں میں بہت فارسی ترجموں کا ذکر ملتا ہے۔

قاضی زاہد الحسینی نے اس پر یہ اضافہ فرمایا تاج التراجم جس کے متعلق تاریخ ادبیات ایران کا نوٹ یہ ہے کہ اس کو تفسیر اسفرائنی بھی کہا جاتا ہے، فارسی زبان کی اہم کتب میں سے ہے۔ یہ تفسیر امام عماد الدین ابو المظفر شاہپور شافعی المذہب کی مرتبہ ہے، جس کا وصال ۴۷۱ھ میں ہوا۔ یہ کتاب چند حصوں میں منقسم ہے، ہر حصے میں کسی نہ کسی سورہ کا ترجمہ اور تفسیر موجود ہے۔

تاج التراجم کا ایک نسخہ کتب خانہ ملی پیرس میں موجود ہے اور ایک نسخہ عکسی دانش گاہ تہران میں اور اس کی اصل کتب خانہ ترکیہ میں محفوظ ہے۔ اسی طرح البصائر فی التفسیر از شیخ ظہیر الدین ابو جعفر محمد بن مسعود نیشاپوری سال فراغت ۵۵۰ھ چند مجلدات میں ہے ... ایک ... قدیم فارسی تفسیر لطائف التفسیر ہے جس کے مرتب امام ابکر فضل رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ۶۸۴ھ کو بخارا میں فوت ہوئے اور مزار بھی وہیں ہے۔ یہ تفسیر مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے کتب خانہ میں ہے۔ جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ نے بوقت

رحلت وقف فرمادی تھی۔ الفضل جیش ابراہیم تفصیلی م ۹۶۶ھ نے فارسی میں ایک تفسیر لکھی جس کا نام فتحات القرآن ہے احمد بن علی محمد کاتب نے ۸۰۰ھ میں فارسی میں قرآن کا ترجمہ لکھا جو استنبول کے کتب خانہ میں ہے!

حال ہی میں محمد ایوب قادری صاحب نے اپنی کتاب "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" (ص ۲۲۸) میں حضرت مخدوم سے منسوب ایک ترجمہ کا ذکر کیا ہے۔ قادری صاحب، موصوف نے لکھا ہے کہ "یوپی کے مشہور بزرگ حضرت شاہ محمد ابراہیم مراد آبادی (المتوفی ۱۰۸۱ھ) کی اولاد میں مولوی احسان الحق صاحب مراد آبادی کے پاس قرآن کریم کا ایک قلمی نسخہ ہے جو خط بہار میں تحریر ہے۔ قرآن کریم میں کوئی ترقیمہ شامل نہیں ہے جس سے کاتب یا سن کتابت وغیرہ کا حال معلوم ہوتا مگر مولوی احسان الحق کے تایازاد بھائی سلطان الحق بن شمس الحق کی روایت ہے کہ یہ قرآن کریم حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔ قرآن کے طرفین کے کئی سپارے نہیں ہیں۔ درمیان میں بھی بعض سپارے نامکمل ہیں رسم الخط اور کاغذ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ آٹھویں صدی ہجری کا ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم میں فارسی ترجمہ بھی ہے اور ترجمہ سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ ترجمہ میں حسب ضرورت بعض مقامات پر مختصر سی تشریح بھی ہے۔ قرآن کریم کا یہ فارسی ترجمہ برصغیر پاک و ہند کے قدیم ترجموں میں سے ہے عم یتساءلون کے سپارے کا کچھ حصہ بغیر ترجمہ کا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلے سیاہ روشنائی سے قرآن کریم تحریر کیا گیا اور اس کے بعد سرخ روشنائی سے ترجمہ لکھا گیا ہے۔"

اگر حضرت مخدوم سے اس ترجمہ کی نسبت صحیح ہے تو یہ ترجمہ واقعی آٹھویں صدی ہجری کا ہے اس لئے کہ حضرت مخدوم کا وصال ۱۰۔ ذی الحجہ ۷۸۵ھ مطابق ۳ فروری ۱۳۸۴ء میں ہوا چونکہ آخری پارے کا کچھ حصہ بغیر ترجمہ کے ہے اس لئے قیاساً یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ شاید حضرت مخدوم نے اپنی زندگی کے آخری دور میں ترجمہ شروع کیا ہوگا اور ان کی علالت اور پھر وصال کی وجہ سے ترجمہ تشنہ رہ گیا۔

ابوالقاسم (لکھنو) فرماتے ہیں احقر نے قرآن شریف کے درس کے دوران میں بارہا حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی قدس سرہ (ف ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء) کی زبان مبارک سے سنا کہ جو قرآن کا ترجمہ شیخ سعدی کی جانب منسوب ہے، وہ دراصل میر سید شریف جرجانی معاصر علامہ تفتازانی و صاحب نحو یہ وغیرہ کا ہے مطبع والے نے میرے سامنے سعدیؒ کی طرف جلب زر کے لئے غلط طور پر منسوب کر کے شائع کیا ہے۔ واللہ اعلم حضرت قدس سرہ کے پیش نظر کیا دلائل تھے جو سید شریف کی طرف اس ترجمہ کو منسوب

فرماتے تھے خیال پڑتا ہے کہ میرے یا کسی کے دریافت کرنے پر کچھ بتایا تھا مگر مجھے یاد نہ رہا جب ذاللبلغین پہلے پہلے قائم ہوا ہے تو حضرت نے بعد نماز صبح ترجمہ قرآن کا درس دینا شروع فرمایا تھا جو ۳-۴ دور تک جاری رہا میں پہلے دور میں ازاول تا آخر شریک رہا......

شیخ سعدی کی طرف منسوب قرآن مجید کے اسی فارسی ترجمہ کے متعلق مولانا دریابادی نے فرمایا اتنا تو اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا ابوالکلام بھی اس ترجمہ کی نسبت شیخ سعدی کی جانب بالکل غلط سمجھتے تھے اور خیال یہ ظاہر کرتے تھے کہ کسی نے اصل مترجم کے نام کے ساتھ تعظیمی لقب "مصلح الدین" دیکھ کر اس کو شیخ سعدی کا ترجمہ سمجھ لیا حالانکہ خود شیخ سعدی کا بھی اصلی نام مصلح الدین نہ تھا، مگر عوام میں مشہور یہی تھا اور یہ بات مولانا نے زبانی ایک مختصر مجلس میں فرمائی تھی۔ رہا یہ کہ انھوں نے بھی اس کی صحیح نسبت سید شریف جرجانی ہی کی جانب قرار دی تھی، سو یہ پوری طرح یاد نہیں پڑتا۔ اطمینان اس میں ہے کہ یہ بات بھی مولانا ابوالکلام نے فرمائی تھی یا کسی اور نے لکھی۔ بہرحال کسی اہل قلم ہی کی زبان سے نکلی ہوئی کان میں پڑی ہوئی ہے۔ اور اس کے کہنے والے مولانا عبدالشکور ہی نہ تھے۔ مولانا عبدالشکور اور مولانا ابوالکلام دونوں کی نظر ایسے معاملات میں تھی اچھی اور گہری تھی۔

ضیا احمد بھی نے اس کی تائید کی اور لکھا مجھے بھی یاد پڑتا ہے کہ البیان مولفہ مولانا عبدالحق حقانی میں اس امر کی صراحت ہے کہ جو ترجمۂ قرآن مجید شیخ سعدی شیرازی (متوفی ۶۹۱ھ) کی طرف منسوب ہے وہ دراصل سید شریف جرجانی (المتوفی ۸۱۶ھ) کا کیا ہوا ہے۔ لیکن بقول مولانا دریابادی اس حد تک تو تصریح البیان میں موجود نہیں، البتہ یہ ایک فقرہ اس میں درج ہے۔

" ایک ترجمہ فارسی میں سید شریف جرجانی کا بھی نہایت عمدہ ہے۔ "

زاہد الحسینی فرماتے ہیں کہ سید شریف جرجانی نے مفردات قرآنیہ کو فارسی زبان میں تحریر فرمایا۔ تفسیر بحر مواج از علامہ شمس الدین دولت آبادی ثم الدہلوی ۸۵۰ھ فارسی زبان میں ہے۔ مولانا عبدالحق حقانی نے فرمایا کہ یہ تفسیر سلطان ابراہیم شرقی جونپوری کے زمانہ میں لکھی گئی ہے۔ تفسیر حسینی، حسین بن علی کاشفی متوفی درحدود ۹۱۰ھ فارسی زبان کی مشہور تفسیر ہے۔ راقم الحروف نے تذکرہ علمائے ہند[1] (ص ۷۵) میں دیکھا ہے کہ عہد اکبری کے مشہور عالم ابوالفضل ابن شیخ مبارک ناگوری (م ۱۵۵۰ء ۹۵۸ھ) نے آیۃ الکرسی کی تفسیر لکھی، اس کا تاریخی نام "تفسیر اکبری" ہے جس سے ۹۸۳ھ برآمد ہوتے ہیں۔ ابوالفضل

---

[1] از رحمان علی مرتبہ و مترجمہ محمد ایوب قادری صاحب شائع کردہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔ کراچی

نے یہ تفسیر لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کی اور عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوا۔

قاضی زاہد الحسینی کے نزدیک برصغیر ہند (و پاکستان) میں نوح حالانی (وفات ۹۹۸ھ) کا ترجمہ فارسی سب سے زیادہ قدیم معلوم ہوتا ہے جس کا پہلا پارہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانصاحب حیدرآباد یونیورسٹی شائع کر رہے ہیں۔ رئیس ضیائی نے اس کی تائید کی اور لکھا کہ ..... ہمارے ملک میں مخدوم نوح ہالانی (المتوفی ۹۹۸ھ) اور شاہ ولی اللہ دہلوی (المتوفی ۱۱۷۶ھ) کے فارسی تراجم قدیم ترین سمجھے جاتے ہیں (اور جیسا کہ زاہد الحسینی صاحب نے فرمایا) مخدوم نوح کے فارسی ترجمے کا پہلا پارہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانصاحب لاہور سے شائع کر رہے ہیں۔ لیکن مولانا دریا بادی کے نزدیک دونوں سے قدیم تر وہ ہے جو شیخ سعدی کی جانب منسوب ہے، مگر معتبر اہل علم کا کہنا یہ ہے کہ وہ شیخ جرجانی نحوی کا ہے۔ لیکن جہاں تک فارسی میں قرآن مجید کی تفاسیر کا تعلق ہے۔ قاضی زاہد الحسینی فرماتے ہیں کہ مولانا معین الدین نے ایک تفسیر حدائق الحقائق فی کشف اسرار الدقائق فارسی میں لکھی ہے، ہم نے اس کی صرف تفسیر سورہ یوسف کا حصہ دیکھا ہے جو ۱۰۰۰ھ سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ تفسیر خلاصۃ المنہج بھی فارسی تفسیر ہے جو سورہ مریم سے لے کر آخر تک ایک ہی جلد ہے اس کی ابتدائی جلد کا پتہ نہ مل سکا البتہ یہ حصہ قلمی زرین رقم ہے جو حبیداللہ بر ہیلوری نے لکھا اختتام تحریر کی تاریخ ۲۴۔ شعبان ۱۰۶۹ھ درج کی گئی ہے۔

اسی سلسلے میں عبداللہ بن اسمٰعیل نے لکھا "حقر نے چند ماہ پیشتر ڈابھیل کے قریب ایک گاؤں میں قرآن شریف کی ایک فارسی تفسیر قلمی دیکھی ہے۔ اگرچہ وہ مکمل ہے مگر دیمک خوردہ ہونے کے سبب سے قابل انتفاع نہیں معلوم ہوتی کتابت بہت اچھی ہے نام تفسیر معینی ہے۔ درمیان کے پارے اچھے ہیں۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ تفسیر مختصر انداز میں حنفی مسلک کے مطابق بہت اچھے اسلوب میں ہے۔ ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

ھوالمعین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد نا محدود و ثنائے نا محدود معبودے راسزا است کہ حمد جمیع ...... خواندگان و ثنائے جمیع ثنا خواں را جمیع بذات پاک اوست" الخ

مقدمہ میں چند اشعار ہیں جس سے سبب تالیف پر روشنی ڈالی ہے اس کے دو سطر بعد یہ عبارت ہے۔ "ایں ہمہ توفیق "تحصیل فضائل و تکمیل مآرب محض از فیض ... (اس کے بعد القاب کی آٹھ سطریں ہیں) ... دیوان عظمت و جلالت شاہ عالم بہادر اورنگ زیب ...." اور چند سطروں کے بعد مکتوب ہے۔

" و اتفاق ختم آں در بست و ہفتم شہر محرم الحرام سنہ ہزار و ہفتاد و بود بوضوع پیوست موجب تسمیہ اسم و الف باسم شرح القرآن معنی ایں بود کہ مذکور از غیبی و الہام لاریبی در ایں امر جہد نمودہ شد اگرچہ ایں کم بضاعت را یارا ں آں نبود و لکن از قدرۃ اللہ بعید نیست بلکہ ...... چنانچہ شہد فائق از نحل کز مندہ بوجود می آرد ۔"

تذکرہ علمائے ہند (ص ۲۲۷) میں سید محمد ابوالمجد محبوب عالم بن سید بدر عالم (م ۱۱۱۱ھ) کی ایک فارسی تفسیر کا تذکرہ ہے ۔ سید صاحب احمد آباد گجرات کے مشائخ و صوفیاء میں سے تھے تصانیف کثیرہ کے مالک ہوئے ان میں سے دو تفسیریں ہیں ایک فارسی زبان میں اہل بیت کی روایات سے ہے دوسری جلالین کے انداز پر عربی زبان میں ہے ۔

قاضی زاہد الحسینی نے ایک اور تفسیر التفسیر زاہدی کا ذکر کیا ہے ۔ یہ (۱-۱۱ ھ) ۔ فارسی زبان کی تفسیر چند جلدوں میں ہے جس کے متعلق نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے (الاکسیر ص ۵۹ میں) فرمایا " محرر سطور بمطالعہ آں فائز شدہ است اما چیزے نیست "

مگر بقول مرحوم سید سلیمان ندوی " اس تفسیر نے سب سے زیادہ ہر دلعزیزی حاصل کی " لیکن میرا خیال ہے کہ یہ دونوں آراء ایک دوسرے کی مخالف نہیں ہیں کہ ۔ حضرت نواب صاحب کا اشارہ اس کی علمی حیثیت کی طرف ہے ۔ اور حضرت سید صاحب نے اس کی عام مقبولیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے ۔ اور یہ تو ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ قبولیت عامہ کے لئے کسی چیز کا اعلیٰ علمی درجہ کا ہونا شرط نہیں بعض کم تر علمی درجہ کی چیزیں وہ قبولیت عامہ حاصل کرتی ہیں جو اعلیٰ درجہ کی علمی مصنفات کو کبھی حاصل نہیں ہوتی ۔

شاہ ولی اللہ کے عظیم فرزند شاہ عبدالعزیز (ف ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۴ء) کی مشہور تفسیر فتح العزیز ہے ۔ یہ مکمل تفسیر نہیں ، سورہ بقرہ اور آخری پارہ کی تفسیر ہے ۔ فارسی زبان میں متعدد بار زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے محمد حسن خاں رامپوری نے اردو میں ترجمہ کیا ۔ رمضان ۱۲۶۸ھ میں یہ اردو ترجمہ بھی چھپ گیا ہے ۔

ڈابھیل کی اس فارسی تفسیر قلمی پر قاضی زاہد الحسینی نے مزید روشنی ڈالی وہ لکھتے ہیں ..... جزاہم اللہ احسن الجزا میرے خیال میں یہ قلمی تفسیر ڈابھیل سے متصل قصبہ کفلیتہ کی مسجد کے کتب خانہ میں ہے جس کو میں اپنے زمانہ طالب علمی میں محدث عصر مولانا انور شاہ کاشمیری کے آخری سال تدریس میں دیکھ چکا ہوں ۔ یہ کتب خانہ مولانا عبدالحی مرحوم سابق خطیب رنگون مولف البصائر کا ہے ۔ یہ تفسیر معینی خواجہ معین الدین بن خواجہ محمود نقشبندی کی مرتبہ ہے آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے صاحب علم و تقویٰ گذرے ہیں ۔ آپ کی وفات ۱۰۸۵ھ میں ہوئی ۔

حدائق الحنفیہ میں اس تفسیر کا ذکر تو نہیں البتہ فتاوی نقشبندیہ کا ذکر ہے (اس زمانہ کا) ایک شیلحہ مترجم کا لکھا

ہوا فارسی ترجمہ احقر نے دیکھا ہے جس کے شروع سے یہ پتہ چلتا ہے از دست ملی رضا در اوائل شوال ۱۰۸۲ھ (ندیر) اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ کے زمانہ کا ایک قلمی ترجمہ فارسی احقر نے دیکھا ہے جو بڑے سائز کا ہے اور جس کا ترجمہ بین السطور تفسیر نما ہے۔ یہ وہ ترجمہ ہے جس کو حسن ابدال میں شروع کیا اور دکن میں ختم کیا۔ اس کے پہلے صفحہ پر عالمگیر اور سید علی خاں الحسن جواہر رقم کی مہر ہے جس پر ۱۰۶۰ھ اور ۱۰۹۷ھ مرقوم ہے زمانہ کے دست برد سے اس ترجمہ کا صرف ایک حصہ از سورہ یونس تا سورہ عنکبوت محفوظ ہے۔ نیز مولوی ولی الدین سید احمد فرخ آبادی نے ۱۲۲۹ھ میں قرآن کی فارسی تفسیر تین جلدوں میں تحریر کی۔

راقم الحروف عرض پرداز ہے کہ موصوف کا صحیح نام محمد ولی اللہ تھا، احمد علی حسینی فرخ آبادی کے فرزند تھے آپ کی تفسیر کا نام "نظم الجواہر" ہے بہت بڑے رجسٹر سائز کے ۱۴۱۴ صفحات کی ایک جلد میں ہے خوبصورت قلمی نسخہ رضا لائبریری رام پور میں اور ایک نسخہ بدایوں میں کسی صاحب کے ذاتی کتب خانہ میں ہے ممکن ہے کسی صاحب نے اس کی ضخامت دیکھتے ہوئے تین حصوں میں تقسیم کر کے جلدیں بنوائی ہوں اور یہی محترم زاہد الحسینی صاحب کی نظر سے گذری ہوں یہ تفسیر ۱۲۴۲ھ میں تکمیل کو پہنچی "اکمال نظر" سے تاریخ تکمیل برآمد ہوتی ہے۔ عہد بنگش کے دیباچے میں فاضل محترم محمد ایوب قادری صاحب نے اس تفسیر کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ قادری صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ یہ قرآن کی تفسیر ہے، نظم الجواہر اس کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۳۶ھ مطابق ۲۱-۱۸۲۰ء برآمد ہوتے ہیں مفتی صاحب اپنی تصانیف میں تفسیر کو خاص اہمیت دیتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"تفسیر نظم الجواہر دیدنی است و بدیدہ و دل سپردنی"

یہ تفسیر ۱۲۳۶ھ میں لکھنی شروع کی اور چھ سال کے عرصے میں ۱۲۴۲ھ میں مکمل ہوئی اس کے اختتام کی تاریخ "اکمال نظر" سے نکلتی ہے۔ یہ نظم الجواہر کا ایک بہت خوشخط اور اچھا قلمی نسخہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے یہ کتاب ایک بہت بڑے رجسٹر سائز کے ۱۴۱۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتابت خط نستعلیق میں جلی حروف میں ہوئی ہے۔ یہ تفسیر علوم قرآنی کا دائرۃ المعارف ہے۔ نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ اس تفسیر پر مولوی اوحد الدین احمد بلگرامی اور مرزا احسن علی محدث وغیرہ نے کفر کا فتویٰ صادر کیا تھا (مآثر صدیقی جلد اول ص۶۳) کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

" وبحمدہ حمداً طیباً مبارکاً زاہ کلماتہ لتامتہ وکفاء الایتہ الدامتہ حمد الشاکرین ونشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہدان محمداً عبدہ ورسولہ وخاتم الانبیاء وسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وبارک علیہ اما بعد می گوید محمد ولی اللہ

بن احمد علی حسینی فرخ آبادی افاض اللہ تعالیٰ علیہ ولا رجلائل النعم وسجان جزائل الایادی وکذا فی الاول)
پس از اتمام حفظ قرآن مجید در اوائل ۱۲۳۳ھ یک ہزار و دو صد و سی و سہ ہجریہ کہ اعداد حروف آیہ انا فتحنالک فتحا مبینا بآن مشعر است...... وآں را نظم الجواہر وقصد الفرائد نامیدم

نظم الجواہر کا خاتمہ اس طرح ہوا ہے۔

کتاب نامی نظم الجواہر	کہ باشد در مسلمانان مسلم
مولف ثانیا در وے نظر کرد	فقد مغفور تا در جملہ عالم
ز ہجرت یک ہزار و دو صد و چل	دگر دو بود رفتہ تا بایں دم ۱۲۴۲ھ
ہنگام تمام ماہ رمضان	شروع شہر شوال المکرم
بوقت مغرب و مابین شہرین	کہ بودند اہل دیں خوشنود خرم
ز اکمال نظر چوں گفت فارغ	پئے تاریخ شد از غیب ملہم
کہ "اکمال نظر" تاریخ باشد	دگر "مغرب" فان الیوم قد تم

والی کل حسین الف الف

علی خیر الوریٰ اصلّ وسلّم

وعلی جمیع اخوانہ من النبیین والصدیقین والشہداء الصالحین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین صحابتہ البررۃ اجمعین الحمد للہ رب العالمین۔ ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علی کل شئی قدیر وبالاجابۃ جدیر "تہذیب و ثقافت کی سیاسی، علمی و ثقافتی تاریخ" مفتی ولی اللہ فرخ آبادی کی مشہور کتاب تاریخ فرخ آباد کا ترجمہ ہے جسے محمد ایوب قادری صاحب نے مرتب کیا ہے اور اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی شائع کر رہی ہے۔"

آخر میں مولانا زاہد الحسینی نے بعض اور تفسیروں کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں ابو علی فضل بن حسن طبرسی ۵۴۸ھ کی مفصل تفسیر کا ترجمہ فارسی میں تیرہویں صدی میں آغا محمد نے کیا تھا (ایک اور تفسیر تفسیر سورآبادی از ابوبکر عتیق بن الہروی اسعد آبادی (نظر سے گذری) یہ تفسیر فارسی زبان کے بلند پایہ نمونہ پر تحریر کی گئی ہے اور تا حال غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے نسخے ایران، استانبول انڈیا آفس انگلستان اور برلن میں موجود ہیں۔

ایک اور ترجمہ فارسی کا پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہے جس پر ابن عاقل لکھا ہوا ہے۔